جلد ۳۴ | ۶ ماہ شہادت ۱۳۲۵ ہش | ۳ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ | ۶ اپریل ۱۹۴۶ء | نمبر ۸۲

مدینۃ المسیح

قادیان ۵ ماہ شہادت۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے متعلق آج ساڑھے نو بجے شب کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے کہ حضور کی عام طبیعت اچھی ہے لیکن گھٹنوں میں درد کی تکلیف ہے، احباب صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ آج کے خطبہ جمعہ میں حضور نے تعلیم الاسلام کالج میں مزید کلاسز جاری کرنے کے لئے دو لاکھ روپیہ کے مطالبہ کو پورا کرنے کی تاکید فرمائی۔ عصر کی نماز حضور نے نماز جمعہ کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں ہی پڑھائی۔

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو نسبتاً افاقہ ہے مکمل صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

آج صبح بزم حسن بیان حلقہ مسجد مبارک کے زیر اہتمام جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس میں بابا حسن محمد صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذکر حبیب سنایا۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

پارلیمنٹری مشن اور ہندوستانیوں کا فرض

رقم فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

پارلیمنٹری وفد ہندوستان کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لئے ہندوستان میں وارد ہو چکا ہے۔ مجھ سے کئی احمدیوں نے پوچھا ہے کہ احمدیوں کو ان کے خیالات کے اظہار کا موقعہ کیوں نہیں دیا گیا۔ میں نے اس کا جواب ان احمدیوں کو یہ دیا۔ کہ اول تو ہماری جماعت ایک مذہبی جماعت ہے۔ ذگو مسیحیوں کی انجمن کو کمیشن نے اپنے خیالات کے اظہار کی دعوت دی ہے) دوسرے جہاں تک سیاسیات کا تعلق ہے۔ جو حال دوسرے مسلمانوں کا ہوگا وہی ہمارا ہوگا۔

تیسرے ہم ایک چھوٹی اقلیت ہیں۔ اور پارلیمنٹری وفد اس وقت ان سے بات کر رہا ہے۔ جو ہندوستان کے مستقبل کو بنا یا بگاڑ سکتے ہیں۔ دنیوی نقطۂ نگاہ سے ہم ان جماعتوں میں سے نہیں ہیں۔ اس لئے باوجود اس امر کے کہ جنگی سرگرمیوں کے لحاظ سے اپنی نسبت آبادی کے مد نظر ہم تمام دوسری جماعتوں سے زیادہ قربانی کرنے والے تھے کمیشن کے نقطۂ نگاہ سے ہمیں کوئی اہمیت حاصل نہیں۔ چوتھے یہ کہ خواہ کمیشن کے سامنے ہمارے آدمی پیش

بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے شائع کیا

ہوں یا نہ ہوں۔ ہم اپنے خیالات تحریر کے ذریعہ سے ہر وقت پیش کر سکتے ہیں۔

سو جواب کے آخری حصہ کے مطابق میں چند باتیں پہلی قسط کے طور پر پارلیمنٹری وفد اور ہندوستان کے نمائندوں سے کہنا چاہتا ہوں۔

وفد کے ممبران کو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دنیا کا فساد سب سے زیادہ اس امر سے ترقی کر رہا ہے کہ حکومتیں اخلاقی اصول کی پیروی سیاسیات میں ضروری نہیں سمجھتیں حالانکہ سیاست افراد کو تسلی دینے کے لئے برتی جاتی ہے۔ اور افراد جو اخلاق کی بنا پر سوچنے اور غور کرنے کے عادی ہیں جب ایک فیصلہ ایسا دیکھتے ہیں کہ جس کی بنیاد عام جانے بوجھے ہوئے اخلاقی نظریات کے خلاف ہوتی ہے۔ تو وہ اس سے تسلی نہیں پاتے اور ان کی دل کی خلش انہیں شورش اور فساد پر آمادہ کر دیتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قومی امیدوں اور امنگوں کے پورا نہ ہونے پر بھی شورش ہوتی ہے۔ لیکن وہ شورش دیرپا نہیں ہوتی اور اس کا ازالہ کرنا ممکن ہوتا ہے لیکن اخلاقی اصول کے خلاف کیا گیا فیصلہ سینکڑوں اور ہزاروں سال تک فساد اور بےچینی کو لمبا کئے جاتا ہے۔ پس انہیں چاہیئے کہ ہندوستان کی الجھنوں کا حل صرف سیاست کی مدد سے کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ اخلاق کے اصول کے مطابق اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کریں تا اگر اس حل سے کوئی فساد پیدا ہو تو وہ دیرپا نہ ہو۔

دوسرے اس میں کوئی شک نہیں کہ سیاسی وعدے حالات کے بدلنے سے بدل سکتے ہیں مثلاً ایک گورنمنٹ سے کسی دوسری گورنمنٹ کا کوئی معاہدہ ہو لیکن بعد میں اس ملک کی اکثریت اپنی گورنمنٹ کے خلاف ہو جائے تو معاہد حکومت یقیناً پابند نہیں کہ اول الذکر حکومت کا ان حالات میں بھی ساتھ دے کیونکہ معاہدہ اس امر کی فرضیت پر مبنی تھا کہ وہ حکومت اپنے ملک کی نمائندہ ہے۔ جب وہ نمائندہ نہ رہے تو معاہد حکومت کا حق ہے کہ اپنے سابق معاہدہ کو تبدیل کر دے جیسا کہ پولینڈ کی حکومت کے بارہ میں انگلستان نے کیا۔ (اس امر کو میں نظر انداز کرتا ہوں کہ انگلستان نے پوری تحقیق اس امر کی کر لی تھی کہ نہیں کہ پولینڈ کی اکثریت سابق حکومت کے ساتھ ہے یا خاص حالات پیدا کر کے اس سے خلاف رائے لے لی گئی ہے) لیکن اگر حالات وہی ہوں جیسے کہ پہلے تھے تو پھر یہ کہکر سابق وعدہ کو نظر انداز کر دینا کہ حالات بدلنے پر وعدے بھی بدل سکتے ہیں۔ اخلاق کے خلاف ہوگا۔ حکومت انگریزی کو اپنے سابق وعدوں میں کسی تبدیلی سے پہلے یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ وہ کون سے حالات تھے جنہیں کوئی وعدہ انہوں نے کیا تھا اور اب کون سے نئے حالات پیدا ہو گئے ہیں جن کا طبعی نتیجہ وعدہ کی تبدیلی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جب تک وہ ایسا نہ کریں ان کا یہ کہدینا کہ اب حالات بدل گئے ہیں صرف متعلقہ جماعت کے دلوں میں شکوک اور جائز شکوک پیدا کرنیکا موجب ہوگا۔ اخلاق کی طاقت یقیناً انگلستان اور ہندوستان بلکہ تمام دنیا کی مجموعی طاقت سے بھی زیادہ ہے۔ پس اگر حقیقتاً حالات نہ بدلے ہوں۔ تو گول مول الفاظ استعمال کرنے کی بجائے پارلیمنٹری وفد کو اعلان کرنا چاہیئے کہ ہم سے پہلی حکومت بددیانتی سے ہندوستانیوں کو لڑوانے کے لئے بعض اقوام سے کچھ وعدے کر چکی ہے۔ جو ہم برسر اقتدار ہونے کے بعد پورا کرنے کے لئے تیار نہیں لیکن یہ درست نہیں کہ وہ ایک ہی سانس میں پہلی حکومت کی دیانت کا بھی اظہار کرے اور اس کے وعدوں کو یہ کہکر توڑ بھی دے کہ بدلے ہوئے حالات میں وعدے بھی بدل جاتے ہیں (حالانکہ جن حالات میں وہ وعدے کئے گئے تھے وہ بالکل نہ بدلے ہوں) عوام الناس فقروں میں آ جاتے ہیں۔ لیکن عقلمند لوگ صرف فقروں سے دھوکا نہیں کھاتے۔

تیسری بات میں کمشن کے ممبروں سے یہ کہنی چاہتا ہوں کہ کوئی ایسی حالت پیدا کر دینا جس کے نتیجہ میں ایک اقلیت اپنے حقوق لینے سے محروم رہ جائے خود انگلستان کو ہی مجرم بنائے گا انگلستان یہ کہکر بچ نہیں سکتا کہ اس نے یہ نتیجہ پیدا نہیں کیا نتائج کی ذمہ داری ذرائع کے پیدا کرنے والے پر ہی ہوا کرتی ہے۔

چوتھی بات کمشن کے ممبروں سے میں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ اگر وہ انصاف کو قائم رکھینگے تو یقیناً ہندو مسلم سمجھوتہ کرانے میں کامیاب ہو سکینگے میں اس امر کا قائل نہیں کہ انگلستان کا بنایا ہوا ہندوستان اصل ہندوستان ہے لیکن میں اس امر کا بھی انکار نہیں کر سکتا کہ ہندوستان میں جس قدر اتحاد بھی باہمی سمجھوتہ سے ہو سکے وہ یقیناً ہندوستان اور دوسری دنیا کے لئے مفید ہوگا میں برٹش امپائر کے اصول کا دیرینہ مداح ہوں میرے نزدیک برطانوی امپائر کا اصول اس وقت تک کی قائم کردہ انٹرنیشنل لیگ یا یو این او سے بدرجہا بہتر ہے۔ اس کی اصلاح کی تو ضرورت ہے لیکن اس کا حصہ دار بننے کا نام غلامی رکھنا ایک جذباتی مظاہرہ تو کہلا سکتا ہے۔ حقیقت نہیں کہلا سکتا۔ مگر بہرحال ہندوستان کے مختلف حصوں کا باہمی تعاون اور ہندوستان کا برطانوی امپائر سے تعاون باہمی سمجھوتے پر مبنی ہونا چاہیئے۔

پانچویں۔ ہر سیاسی اصل ضروری نہیں۔ کہ ہر جگہ اپنی تمام شقوں کے ساتھ چسپاں ہو سکے۔ میرا تجربہ ہے کہ انگلستان کے اکثر مدبر اپنے ملک کے تجربہ کو ہندوستان پر ٹھونسنا چاہتے ہیں۔ ہندوستان کے حالات یقیناً انگلستان سے مختلف ہیں۔ یہاں آزادی کا بھی اور مفہوم ہے۔ اور انصاف کا بھی اور مفہوم ہے۔ مجھے ایک صاحب نے بتایا۔ کہ جب انہوں نے مسٹر گاندھی سے سوال کیا۔ کہ کیا آزاد ہندوستان میں مذہب کی تبدیلی کی اجازت ہوگی۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ مذہب کی آزادی ضرور ہوگی۔ مگر مذہب کی تبدیلی ایک سیاسی مسئلہ ہے۔ اس بارہ میں حکومت مناسب رویہ اختیار کر سکتی ہے۔ میرے نزدیک یہ نظریہ آزادی کے صریح خلاف ہے۔ میں نے اس امر کی تحقیق کے لئے جماعت احمدیہ کے مرکزی عہدہ داروں سے کہا۔ کہ وہ کانگرس سے اس کا نقطۂ نگاہ دریافت کریں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ جماعت کے سیکرٹری نے اس بارہ میں جو چٹھی لکھی۔ اس کا جواب کانگرس کے سیکرٹری نے نہیں دیا۔ پھر رجسٹری خط گیا۔ اس کا بھی جواب نہیں دیا۔ اس پر تیسرا خط رجسٹری کر کے ارسال کیا گیا۔ مگر اس کا جواب بھی نہ دیا گیا۔ تب تار دی گئی۔ کہ اگر اب بھی جواب نہ دیا گیا۔ تو معاملہ مسٹر گاندھی کے سامنے رکھا جائیگا۔ اس پر کانگرس کے سیکرٹری نے جواب دیا۔ کہ مسٹر بوس کو افسوس ہے۔ کہ اب تک جواب نہیں دیا گیا (اس وقت مسٹر سبھاش چندر بوس کانگرس کے پریذیڈنٹ تھے) اب جواب بھجوایا جا رہا ہے۔ یہ جواب جب موصول ہوا۔ تو اس میں یہ لکھا تھا۔ کہ آپکو کانگرس کے کراچی ریزولیوشن نمبر فلاں کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ جب لکھا گیا۔ کہ اس ریزولیوشن کی تعبیر کے متعلق تو ہمارا سوال ہے۔ تو اس کا یہ جواب دیا گیا۔ کہ کانگرس ہی اپنے ریزولیوشن کی تعبیر کر سکتی ہے۔ جب اس پر کہا گیا۔ کہ کانگرس سے تو اس کے عہدہ دار ہی پوچھ سکتے ہیں۔ ہمارے پاس کون سا ذریعہ ہے۔ تو اس پر جواب دیا گیا۔ کہ ہم نہیں پوچھ سکتے۔ آپ ہی دریافت کریں۔ اس واقعہ نے ثابت کر دیا کہ کانگرس کے نزدیک آزادی کا مفہوم یورپ کے زمانہ وسطےٰ والا ہے جسے مسلمان کسی صورت میں تسلیم نہیں کر سکتے۔ چنانچہ عملاً اس کا یہ نمونہ موجود ہے۔ کہ ہندو ریاستوں میں ایک ہندو اگر مسلمان ہو جائے۔ تو اول بغیر مجسٹریٹ کی اجازت کے وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ دوم اسے اپنے ورثہ سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ کانگرس سے جو ہماری گفت وشنید ہوئی ہے۔ اس نے ریاستوں کے اس رویہ پر مہر تصدیق لگا دی ہے۔

غرض صرف ڈیموکریسی کے لفظ پر نہیں جانا چاہیئے۔ یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ ڈیموکریسی کا مفہوم کسی قوم میں کیا ہے۔ اس وقت روس مغربی حکومتوں کے خلاف بار بار یہ اعلان کر رہا ہے۔ کہ مغربی ممالک کے ری ایکشنری لوگ ہمارے خلاف یونان اور ایران اور چین کی تائید کے نام سے غلط فضاء پیدا کر رہے ہیں۔ لیکن کیا صرف ری ایکشنری کے لفظ کی استعمال کی وجہ سے انگلستان اور امریکہ کے لوگ اپنی منصفانہ پالیسی چھوڑ دینگے۔ اگر نہیں تو صرف ڈیموکریسی کے لفظ کے استعمال سے بھی ان کی تسلی نہیں ہو جانی چاہیئے

میں مسلمانوں کے نمائندوں کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ ہندوستان ہمارا ابھی اسی طرح ہے۔ جس طرح ہندوؤں کا۔ ہمیں بعض زیادتی کرنے والوں کی وجہ سے اپنے ملک کو کمزور کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ اس ملک کی عظمت کے قیام میں ہمارا بہت کچھ حصّہ ہے۔ ہندوستان کی خدمت ہندوؤں نے تو انگریزی زمانہ میں انگریزوں کی مدد سے کی ہے۔ لیکن ہم نے اس ملک کی ترقی کے لئے آٹھ سو سال تک کوشش کی ہے۔ پشاور سے لے کر منی پور تک اور ہمالیہ سے لے کر مدارس تک ان محبان وطن کی لاشیں ملتی ہیں۔ جنہوں نے اس ملک کی ترقی کے لئے اپنی عمریں خرچ کر دی تھیں۔ ہر علاقہ میں اسلامی آثار پائے جاتے ہیں۔ کیا ہم ان سب کو خیر باد کہدینگے۔ کیا ان کے باوجود ہم ہندوستان کو ہندوؤں کا کہہ سکتے ہیں۔ یقیناً ہندوستان ہندوؤں سے ہمارا زیادہ ہے۔ قدیم آریہ ورت کے نشانوں سے بہت زیادہ اسلامی آثار اس ملک میں ملتے ہیں اس ملک کے مالیہ کا نظام۔ اس ملک کا پنچایتی نظام۔ اس ملک کے ذرائع آمد و رفت سب ہی تو اسلامی حکومتوں کے آثار میں سے ہیں۔ پھر ہم اسے غیر کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ کیا سپین میں سے نکل جانے کی وجہ سے ہم اسے بھول گئے ہیں۔ ہم یقیناً اسے نہیں بھولے۔ ہم یقیناً ایک دفعہ پھر سپین کو لیں گے۔ اسی طرح ہم ہندوستان کو نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ ملک ہمارا ہندوؤں سے زیادہ ہے ہماری سستی اور غفلت سے عارضی طور پر یہ ملک ہمارے ہاتھ سے گیا ہے۔ ہماری تلواریں جس مقام پر جا کر کند ہو گئیں۔ وہاں سے ہماری زبانوں کا حملہ شروع ہوگا۔ اور اسلام کے خوبصورت اصول کو پیش کر کے ہم اپنے ہندو بھائیوں کو خود اپنا جزو بنا لیں گے۔ مگر

جس کے لئے ہمیں راستہ تو کھلا رکھنا چاہیئے ہمیں ہرگز وہ باتیں قبول نہیں کرنی چاہئیں جن میں اسلام اور مسلمانوں کی موت ہو۔ مگر ہمیں وہ طریق بھی اختیار نہیں کرنا چاہیئے جس سے ہندوستان میں اسلام کی حیات کا دروازہ بند ہو جائے۔ میرا یقین ہے۔ کہ ہم ایک ایسا منصفانہ طریق اختیار کر سکتے ہیں صرف ہمیں اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا چاہیئے اسلام نے انصاف اور اخلاق پر سیاسیات کی بنیاد رکھ کر سیاست کی سطح کو بہت اونچا کر دیا ہے کیا ہم اس سطح پر کھڑے ہو کر صلح اور محبت کی ایک دائمی بنیاد نہیں قائم کر سکتے۔ کیا ہم کچھ دیر کے لئے جذباتی نعروں کی دنیا سے الگ ہو کر حقیقت کی دنیا میں قدم نہیں رکھ سکتے تا ہماری دنیا بھی درست ہو جائے اور دوسروں کی دنیا بھی درست ہو جائے۔

میں مسلمانوں سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ یہ وقت اتحاد کا ہے۔ جس طرح بھی ہو اپنے اختلافات کو مٹا کر مسلمانوں کی اکثریت کی تائید کریں اور اکثریت اپنے لیڈر کا ساتھ دے اس وقت تک کہ یہ معلوم ہو کہ اب کوئی صورت سمجھوتہ کی باقی نہیں رہی اور اب آزادانہ رائے دینے کا وقت آگیا ہے۔ مگر اس معاملہ میں جلدی نہ کی جائے تا کامیابی کے قریب پہنچکر ناکامی کی صورت نہ پیدا ہو جائے۔

میں ہندو بھائیوں سے اور خصوصاً کانگرس والوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ اگر کانگرس کے لئے مسٹر گاندھی نے اور کچھ بھی نہ کیا ہو۔ تو بھی انہوں نے اس پر یہ احسان ضرور کیا ہے۔ کہ اسے اس اصل کی طرف ضرور توجہ دلائی ہے کہ ہمارے فیصلوں کی بنیاد اخلاق پر ہونی چاہیئے۔ تفصیل میں مجھے خواہ ان سے اختلاف ہو۔ مگر اصول میں مجھے ان سے اختلاف نہیں کیونکہ میرے آقا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس اصل کو جاری کیا ہے۔ آپ لوگوں کو غور کرنا چاہیئے کہ ایک طرف تو آپ لوگ عدم تشدد کے قائل ہیں۔ دوسری طرف مسلمانوں کے مقابل پر اپنے مطالبات نہ پورا ہونے کی صورت میں بعض لیڈر دھمکیاں بھی دے رہے ہیں۔ میں نے آج ہی ایک کانگرسی لیڈر کا اعلان پڑھا ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں۔

"کہ کوئی اسے اچھا سمجھے یا بُرا اس کے نتیجہ میں ملک میں شدید فساد پیدا ہو گا"۔

پھر لکھتے ہیں۔

"مگر جو کوئی بھی ملک کے موجودہ جذبات کو جانتا ہے۔ اس بات کو معلوم کر سکتا ہے کہ کوئی طاقت اس (فساد) کو روک نہیں سکتی اور ممکن ہے۔ کہ یہ (فساد) ایک ایسی شکل اختیار کرے۔ جسے ہم میں سے کوئی بھی روک نہ سکے"

اس لیڈر نے اس کا بھی ذکر کیا ہے کہ مسٹر جناح نے بھی خون خرابہ کی دھمکی دی ہے یہ درست ہے۔ مگر مسٹر جناح نے غلطی کی یا درست کام کیا وہ عدم تشدد کے قائل نہیں ان پر یہ الزام نہیں لگ سکتا کہ وہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ مگر کانگرس جو عدم تشدد کی قائل ہے۔ اگر اس کا ایک لیڈر ایسی بات کرتا ہے تو وہ یقیناً دو باتوں میں سے ایک کو ثابت کرتا ہے۔ یا تو اس امر کو کہ کانگرس کی عدم تشدد کی پالیسی صرف اس لئے تھی کہ جب وہ جاری کی گئی کانگرس کمزور تھی اس لئے اس پالیسی کے اعلان کے ذریعہ دنیا پر یہ اثر ڈالنا مقصود تھا کہ ہم تو عدم تشدد کرنے والے ہیں ہماری گرفتاریاں کر کے برطانیہ ظلم کر رہا ہے۔ یا ہندوستانی گورنمنٹ کی آنکھوں میں خاک ڈالنا مقصود تھا کہ ہم تو عدم تشدد کے بڑے حامی ہیں۔ ہمیں اپنا کام کرنے دیں ہم آپ کی حکومت کے لئے مشکلات پیدا نہیں کرتے یا پھر اس اعلان کے یہ معنے ہیں کہ پبلک پر اثر کا دعویٰ کرنے میں کانگرس حقیقت کے خلاف جاتی ہے کیونکہ ہر قوم میں سے کچھ لوگ اپنے لیڈروں کے خلاف ضرور جا سکتے ہیں۔ لیکن قوم کا اتنا حصہ لیڈروں کے خلاف نہیں جا سکتا۔ جو ملک کے حالات کو قابو سے باہر کر دے۔ یہ اسی وقت ہوتا ہے جبکہ لیڈر لیڈر رہی نہ ہو اور اپنے اثر اور قبضہ کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہو۔ کانگرس کے لیڈروں کو اس موقعہ پر بہت ہوشیاری سے کام کرنا چاہیئے ورنہ انہیں یاد رہے کہ سیاسی حالات یکساں نہیں رہتے اس قسم کے بیج کبھی نہایت تلخ پھل بھی پیدا کر دیا کرتے ہیں۔ کیونکہ خواہ وہ مانیں یا نہ مانیں۔ اس دنیا کا پیدا کرنے والا ایک خدا ہے۔ اور وہ تعداد میں زیادہ مال میں زیادہ۔ حکومت میں طاقتور قوم کو تھوڑے اور کمزور لوگوں پر ظلم نہیں کرنے دیگا۔ اسلام ہر حالت میں زندہ رہے گا۔ خواہ مسلمانوں کی غلطیوں کی وجہ سے عارضی طور پر تکلیف اٹھا لے۔

ایک بات اور بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں میں اس بات کے حق میں ہوں کہ ہو سکے تو باہمی سمجھوتے سے ہم لوگ اسی طرح اکٹھے رہیں جس طرح کئی سو سال سے اکٹھے چلے آتے ہیں۔ لیکن فرض کرو مسلمان کلی طور پر باقی ہندوستان سے انقطاع کا فیصلہ کریں اور برطانیہ انہیں مجبور کر کے باقی ہندوستان سے ملا دے اور جیسا کہ مسٹر جناح نے کہا ہے مسلمان بزور اس فیصلہ کا مقابلہ کریں۔

تو یقیناً وہ قانوناً باغی نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ یہ ایک نیا انتظام ہو گا۔ اور نئی گورنمنٹ سابق گورنمنٹ کو کوئی حق نہیں کہ وہ مسلمانوں کو جو اس ملک کے اصل حاکم تھے دوسروں کے ماتحت ان کی مرضی کے خلاف کر دے اس حکومتی رد و بدل کے وقت ہر حصہ ملک کو نیا فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور اپنے حق کو بزور لینے کا فیصلہ کرتے وقت وہ انٹرنیشنل قانون کے مطابق ہرگز باغی نہیں کہلا سکتے۔ مگر کیا ہندوؤں کو بھی قانون کا تحفظ حاصل ہے وہ کب اس شکل میں مسلم صوبوں کے حاکم ہوئے تھے۔ کہ انہیں دستور قدیمہ کو قائم رکھنے کا قانونی حق حاصل ہو۔ حکومتوں کے بدلتے پر سٹیٹس کو کا کوئی سوال ہی نہیں رہتا۔ پس مسلمان خدانخواستہ اگر ایسا کرنے پر مجبور ہوں تو قانونی لحاظ سے وہ جائز کام کریں گے۔ ہندو اگر جبراً ان کو اپنے ماتحت لانا چاہیں۔ تو قانونی لحاظ سے وہ ظالم ہوں گے۔ اگر انگریز مسلمانوں کو ان کی مرضی کے خلاف بقیہ ہندوستان سے ملا دیں۔ تو وہ بھی ظالم ہوں گے۔ کیونکہ مسلمان بھیڑ بکریاں نہیں۔ کہ انگریز جس طرح چاہیں ان سے سلوک کریں پس میں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ اس مشکل کو محبت سے سلجھانے کی کوشش کی جائے۔ زور اور خود ساختہ قانون سے نہیں۔ میں ہندوؤں کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ میرا دل ان کے ساتھ ہے ان معنوں میں۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ ہندو مسلمانوں میں آزادانہ سمجھوتہ ہو جائے اور یہ سوتیلے بھائی اس ملک میں سگے بن کر رہیں۔

میں اوپر لکھ چکا ہوں اس امر کے حق میں ہوں۔ کہ جس طرح ہو ہندوستان کے متحد رکھنے کی کوشش کی جائے۔ خواہ ہماری جدائی اصلی جدائی نہ ہو۔ بلکہ جدائی اتحاد کا پیش خیمہ ہو۔ مگر میں اپنے ہندو بھائیوں سے یہ بھی ضرور کہوں گا۔ کہ غلط دلائل کسی حقیقت کو ثابت نہیں کر سکتے بلکہ بہت دفعہ حقیقت کو اور بھی مشتبہ کر دیتے ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی دلیل ہے۔ کہ پنجاب سندھ وغیرہ صوبوں کے الگ ہو جانے سے ہندوستان کا ڈیفنس کمزور ہو جائے گا۔ کینیڈا کے الگ ہو جانے سے کیا یونائیٹڈ سٹیٹس کا ڈیفنس کمزور ہو گیا ہے؟ میکسیکو کی آزادی سے کیا یونائیٹڈ سٹیٹس کا ڈیفنس کمزور ہو گیا ہے؟ ارجنٹائن کے الگ ہونے سے کیا برازیل کا ڈیفنس کمزور ہو گیا ہے؟ اگر مسلم صوبے الگ بھی ہو جائیں تو باقی ہندوستان کا کیا بگڑ سکتا ہے۔ اس وقت بھی ہندوستان کی آبادی روس سے قریباً دگنی۔ یونائیٹڈ سٹیٹس سے قریباً اڑھائی گنی۔ سابق جرمنی سے قریباً چار گنی ہو گی۔ اور ملک کی وسعت بھی کافی ہو گی۔ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ مسلم صوبے الگ ہو کر ترقی نہیں کر سکیں گے۔ دوسری طرف یہ کہا جاتا ہے کہ ان کے الگ ہو جانے سے ہندوستان اپنی عظمت کھو بیٹھے گا اگر ہندوستان کی عظمت اسلامی صوبوں سے ہے۔ تو ان کے الگ ہونے پر اسلامی صوبوں کو نقصان کیونکر پہونچے گا۔ یہ تو وہی دلیل ہے۔ جو روس اس وقت پولینڈ۔ رومانیہ۔ بلغاریہ۔ ٹرکی اور ایران کے بعض صوبوں پر قبضہ کرنے کی تائید میں دیتا ہے۔ روس اپنی تمام طاقت کے ساتھ تو جرمنی اور اٹلی کے حملہ سے جو تباہ شدہ ملک ہیں نہیں بچ سکتا۔ نہ افغانستان اور جنوبی ایران جیسے زبردست ملکوں کے حملوں سے بچ سکتا ہے۔ اس کے بچنے کی صرف یہی صورت ہے۔ کہ پولینڈ اور رومانیہ اور بلغاریہ اس کے زیر تصرف ہو جائیں یا ٹرکی کے بعض صوبے۔ اور ایران کا شمالی حصہ اسے مل جائے۔ کیا یہ دلیل ہے؟ کیا ایسی ہی دلیلوں سے ہندو مسلمانوں کے دلوں میں اعتبار پیدا کر سکتے ہیں میں پھر کہتا ہوں کہ اس نازک موقعہ پر اخلاق پر اپنے دعووں کی بنیاد رکھیں۔ بھلا اس قسم کے دعووں سے کہ مسلم لیگ مسلم رائے کی نمائندہ نہیں کیونکہ اس کے منتخب ممبر جو کونسلوں میں آئے اکثر بڑے زمیندار ہیں۔ کیا بنتا ہے۔ کیا عوام الناس کو یہ اختیار نہیں کہ وہ بڑے زمیندار کو اپنا نمائندہ مقرر کریں۔ اس دلیل سے تو صرف یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ پنڈت نہرو صاحب کے نزدیک جنہوں نے یہ امر پیش کیا ہے۔ مسلمان اپنا نمائندہ چننے کے اہل نہیں۔ اگر ان کا یہ خیال ہے۔ تو دیانت داری کا تقاضا یہ ہے۔ کہ وہ یوں کہیں۔ کہ مسلمان چونکہ اپنے نمائندے چننے کے اہل نہیں۔ اس لئے موجودہ ملکی فیصلہ میں ان سے رائے نہیں لینی چاہیئے۔ اگر وہ ایسا کہیں۔ تو خواہ یہ بات غلط ہو یا درست مگر منطقی ضرور ہو گی۔ مگر یہ کہنا کہ مسلمانوں نے چونکہ اپنا نمائندہ چند بڑے زمینداروں کو چنا ہے۔ اس لئے وہ لوگ موجودہ سوال کو حل کرنے کے لئے مسلمانوں کے نمائندے نہیں کہلا سکتے ایک ایسی غیر منطقی بات ہے۔ کہ پنڈت نہرو جیسے آدمی سے اس کی امید نہیں کی جا سکتی۔ اگر ان کا یہ مطلب نہیں۔ تو انہوں نے اس امر کا ذکر اس موقعہ پر کیا کیوں تھا۔ درحقیقت ان کا یہ اعتراض ویسا ہی ہے جیسا کہ بعض مسلمان کہتے ہیں کہ مسٹر گاندھی عموماً مسٹر برلا کے مکان پر کیوں ٹھہرتے ہیں یقیناً مسٹر گاندھی کو مسٹر برلا کے مکان پر ٹھہرنے کا پورا حق ہے کیونکہ وہاں ان سے ملنے والوں کے لئے سہولتیں میسر ہیں۔ ان کے وہاں ٹھہرنے سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ مالداروں کے قبضہ میں ہیں۔ اسی طرح مسلم لیگ کے امیدوار اگر بڑے زمیندار ہوں۔ اور مسلم پبلک ان کو منتخب کرے۔ تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ وہ لوگ مسلمانوں کے نمائندے نہیں ہیں۔

اگر کوئی شخص اپنے لئے غلط قسم کا نمائندہ چنتا ہے۔ تو وہ اپنے کئے کی سزا خود بھگتے گا۔ دوسرے کسی شخص کو اس کے نمائندہ کی نمائندگی میں شبہ کرنے کا حق نہیں۔ یہ باتیں صرف لڑائی جھگڑے کو بڑھانے کا موجب ہوتی ہیں۔ اور کوئی فائدہ ان سے حاصل نہیں ہوتا۔

پھر یہ بات ہے بھی تو غلط کہ مسلم لیگ کے اکثر نمائندے بڑے زمیندار ہیں۔ پنجاب ہی کو لے لو۔ اس میں ۷۹ ممبر اس وقت مسلم لیگ کے نمائندے ہیں۔ اور چھ یونینسٹ پارٹی کے جن سے کانگرس نے سمجھوتا کیا ہے۔ یونینسٹ پارٹی کے چھ ممبروں میں سے ملک سر خضر حیات ملک سر الہ بخش اور نواب مظفر علی بڑے زمیندار ہیں۔ گویا پچاس فی صدی ممبر بڑے زمیندار ہیں۔ دوسرے تین کو میں ذاتی طور پر نہیں جانتا۔ ممکن ہے۔ ان میں سے بھی کوئی بڑا زمیندار ہو۔ اس کے مقابل پر مسلم لیگ کے ۷۹ ممبروں میں سے صرف چار بڑے زمیندار ہیں۔ یعنی نواب صاحب ممدوٹ۔ نواب صاحب لغاری۔ مسٹر ممتاز دولتانہ اور مسٹر احمد یار دولتانہ۔ دو اور ہیں جو میرے علم میں بڑے زمیندار نہیں۔ مگر شاید انہیں بڑے زمینداروں میں شامل کیا جاسکتا ہو۔ وہ سر فیروز خان اور میجر عاشق حسین ہیں۔ اگر ان کو بھی بڑے زمینداروں میں شامل کر لیا جائے۔ تو یونینسٹ پارٹی جو کانگرس کی حلیف ہے۔ اس کے ممبروں میں سے پچاس فی صدی بڑے زمینداروں کے مقابلہ پر لیگ کے ۷۹ میں سے چھ بڑے زمیندار صرف ساڑھے سات فی صدی ہوتے ہیں۔ اور کیا یہ نسبت اس بات کا ثبوت کہلا سکتی ہے۔ کہ کوئی پارٹی بڑے زمینداروں کی پارٹی ہے۔ بڑے زمینداروں کا طعنہ مدت سے کانگرس کی طرف سے مسلمانوں کو دیا جاتا ہے۔ حالانکہ بڑا خواہ زمیندار ہو یا تاجر اگر وہ برے معنوں میں بڑا ہے۔ تو ہر شکل میں بڑا ہے۔ لیکن اگر وہ اپنے حلقہ کا نمائندہ ہے۔ تو جب تک ملک کا قانون اس کی دولت اس کے پاس رہنے دیتا ہے۔ اور جب تک کہ اس کا حلقہ اس کا انتخاب کرتا ہے۔ وہ نمائندگی میں کسی دوسرے سے کم نہیں۔ پنجاب میں گورنمنٹ رپورٹ کے مطابق صرف تیرہ زمیندار ایسے ہیں۔ جو آٹھ ہزار سے زیادہ ریونیو دیتے ہیں۔ (یعنی جن کی آمد رائج الوقت مالگذاری کے اصول کے مطابق سولہ ہزار سالانہ سے زائد ہے۔ اس سے کم آمد ہرگز کسی کو بڑا زمیندار نہیں بنا سکتی۔ بلکہ یہ آمد بھی بڑی نہیں کہلا سکتی۔ اتنی آمد تو معمولی معمولی دکانداروں کی بھی ہوتی ہے۔ گو وہ ٹیکس سے بچنے کے لئے ظاہر کریں یا نہ کریں۔ زمیندار کا صرف یہی قصور ہے۔ کہ وہ اپنی حیثیت ظاہر کرنے پر مجبور ہے) ان میں غالباً کچھ غیر مسلم بھی ہوں گے۔ اگر سب مسلمان ہی ہوں۔ تو بھی یہ کوئی بڑی تعداد نہیں۔ اور جب یہ دیکھا جائے۔ کہ یہ لوگ جس قدر ریونیو ادا کرتے ہیں۔ وہ پنجاب کے کل ریونیو کے سوہیں حصہ سے بھی کم ہے۔ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ پنجاب کی اکثر زمین چھوٹے زمینداروں کے پاس ہے۔ بڑے زمینداروں کے پاس نہیں ہے۔ بڑا زمیندارہ صرف یو۔پی اور بنگال میں ہے۔ لیکن وہاں کے بڑے زمینداروں میں اکثریت ہندوؤں کی ہے۔ جن میں سے اکثر کانگرس کی تائید میں ہیں مگر اس کے بھی یہ معنے نہیں۔ کہ ہندو اکثریت کانگرس کے ساتھ نہیں۔ اور زمینداروں کے ساتھ شامل ہوتے ہوئے بھی کانگرس کی نمائندگی پر کوئی حرف نہیں آتا۔

ایک نصیحت میں کانگرس کو خصوصاً اور عام ہندوؤں کو عموماً یہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ تبلیغ مذہب اور تبدیلئ مذہب کے متعلق وہ اپنا رویہ بدل لیں۔ مذہب کے معاملہ میں دست اندازی کبھی نیک نتیجہ پیدا نہیں کر سکتی وہ مذہب کو سیاست میں بدل کر کبھی چین نہیں پا سکتے۔ تبلیغ مذہب اور مذہب بدلنے کی آزادی انہیں ہندوستان کے اساس میں شامل کرنی چاہیئے۔ اور اس طرح اس تنگ ظرفی کا خاتمہ کر دینا چاہیئے۔ جو ان کی سیاست پر ایک داغ ہے۔ اور اس تنگی کو کوئی آزاد شخص بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ جب تک ملک کی ذہنیت غلامانہ ہے ایسی باتیں چل جائیں گی۔ لیکن جب حریت کی ہوا لوگوں کو لگی۔ ایسے غلط نظریوں کے خلاف نفرت کے جذبات بھڑک اٹھیں گے۔ تبدیلی تو ہو کر رہے گی۔ لیکن جو لوگ اس تنگ ظرفی کے ذمہ وار ہوں گے۔ وہ ہمیشہ کے لئے اپنی اولادوں کی نظروں میں ذلیل ہو جائیں گے۔ وہ فطرت کے اس تقاضا کو اس حقیقت سے سمجھ بھی سکتے ہیں۔ کہ بادشاہ اورنگ زیب کو سب سے زیادہ بدنام کرنے والا وہ غلط الزام ہے۔ کہ اس نے مذہب میں دست اندازی کی۔ ان کا یہ خیال کہ ہم دوسرے کا مذہب بدلوانے پر زور نہیں دیتے ایک غلط خیال ہوگا۔ کیونکہ بدھ۔ کرشنؑ۔ عیسٰیؑ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت کے لوگ بھی دوسرے کا مذہب نہیں بدلواتے تھے۔ ان کو تبلیغ سے اور اپنے ہم مذہبوں کو مذہب تبدیل کرنے سے روکتے تھے۔ اور تبلیغ کرنے والوں مذہب تبدیل کرنے والوں کو سزائیں دیتے تھے۔ اگر ایسا ہی ارادہ آپ لوگوں نے کیا۔ تو اسی لعنت

کے آپ حصہ دار ہوں گے۔ جس لعنت کا بوجھ ان پہلوں پر پڑ چکا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ وقت ایسا نہیں۔ کہ غلط اور سُنی سنائی باتوں کو لے کر پبلک میں ہیجان پیدا کیا جائے۔ یا پارلیمنٹری مشن پر اثر ڈالنے کی کوشش کی جائے۔ کوئی خدا کو مانے یا نہ مانے۔ مگر فطرۃ صحیحہ کی مخالفت کبھی اچھا نتیجہ پیدا نہیں کرتی۔ یہ وقت سنجیدگی سے اس امر پر غور کرنے کا ہے کہ کس طرح ہمارا ملک آزاد ہو سکتا ہے۔ اور کس طرح ہر قوم خوش رہ سکتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ہم صرف قید خانہ بدلنے والے ہوں گے۔

میں نے اس مخلصانہ مشورہ میں صرف اشارات سے کام لیا ہے۔ اگر مجھے مزید وضاحت کی ضرورت ہوئی۔ تو ملامت کرنے والوں کی ملامت سے بے پرواہ ہو کر میں انشاءاللہ اپنا مخلصانہ مشورہ مشن یا پبلک کے اس حصہ کے آگے پیش کروں گا۔ جو سننے کے لئے کان اور سوچنے کے لئے دماغ رکھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ پارلیمنٹری وفد کو بھی۔ اور ہندو مسلمان اور دوسری اقوام کے نمائندوں کو بھی صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین

خاکسار مرزا محمود احمد
امام جماعت احمدیہ قادیان

۵/۴/۴۶

خدمت دین کا سنہری موقعہ

حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"اب خدا تعالےٰ تبلیغ کے لئے نئے نئے راستے کھول رہا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کا منشا اسلام اور احمدیت کو جلد سے جلد دنیا میں پھیلانے کا ہے۔ سینکڑوں ملک ہیں۔ جن میں ہم نے تبلیغ کرنی ہے۔ سینکڑوں زبانیں ہیں۔ جو ہم نے سیکھنی ہیں۔ سینکڑوں کتابیں ہیں جو تبلیغ اسلام کیلئے ہم نے شائع کرنی ہیں۔ پس اس غرض کے لئے ہم کو سینکڑوں مبلغوں کی ضرورت ہوگی۔"

(الفضل ۷ اپریل ۱۹۴۴ء)

جماعت کے نوجوانوں کے لئے سنہری موقعہ ہے۔ کہ وہ اپنی پیاری زندگی جو ان کو خدا تعالےٰ نے جس کو اسلام پیارا ہے عطا کی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا پیار حاصل کرنے کے لئے وقف کر دیں۔ آج سلسلہ کو ہر قسم کے آدمیوں کی ضرورت ہے۔

انچارج تحریک جدید

اپنے نفس کا محاسبہ کریں

اور بتائیں۔ کہ (۱) کیا آپ نے تبلیغ کے لئے پندرہ دن وقف کر دیئے ہیں۔ (۲) کیا آپ نے یہ ارادہ کر لیا ہے۔ کہ آپ اس سال کم از کم ایک احمدی ضرور بنائیں گے (۳) کیا آپ روزانہ تبلیغ کرتے ہیں؟

مہتمم تبلیغ مجلس خدام الاحمدیہ

"کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائینگے" (الہام حضرت مسیح موعود)

مشرقی افریقہ کے اصل باشندوں میں زبردست بیداری

بکثرت اشاعت اسلام کے متعلق بہترین موقعہ اور خوش کن توقعات

از مکرم جناب شیخ مبارک احمد صاحب مجاہد احمدیت مشرقی افریقہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض الہامات مختلف زمانوں اور مختلف اقوام کے ساتھ تعلق رکھنے کی وجہ سے عالمگیر حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسے الہامات میں سے ایک الہام (۱) "چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائینگے" بھی ہے۔ کیونکہ یہ الہام کئی رنگوں میں اور کئی طرح سے پورا ہوا۔ میرا ایمان ہے کہ وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے آخری ایام اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے ایام میں سلسلہ کے اہم ستون خیال کئے جاتے تھے۔ اور صدر انجمن احمدیہ پر قابض تھے۔ جب اللہ تعالےٰ نے انہیں اپنی مشیت کے مطابق قادیان سے باہر نکال پھینکا۔ اور جن کو چھوٹا اور کمزور اور بچہ خیال کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے ہاتھ میں سلسلہ کی باگ ڈور دے کر اور اپنے دین کی خدمت کا عظیم الشان کام لے کر ان کو نمایاں عظمت اور شخصیت کا مالک بنا دیا۔ تو بلاشک و شبہ یہ الہام "کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے" اس وقت اپنی پوری شوکت سے پورا ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت ثابت کرنے کا موجب ہوا

پست اقوام کی ترقی

اسی طرح پست اقوام کے اندر جب بیداری پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ ایک نمایاں حیثیت حاصل کر لیتی ہیں۔ تو میرے یقین و ایمان کے مطابق ان کی ترقی۔ ان کا نمایاں حیثیت حاصل کرنا اور ان کا بڑا بن جانا دراصل اس الہام کی تصدیق ہوتی ہے۔ کیونکہ جس وقت یہ الہام آپ پر نازل ہوا۔ اس وقت نہ صرف ہندوستان کی پست وادنےٰ اقوام کسی حیثیت کی مالک نہ خیال کی جاتی تھیں اور انہیں انتہائی ذلت میں رکھنا بعض قومیں اپنی برتری کے لئے ضروری خیال کرتی تھیں۔ بلکہ ہندوستان سے باہر افریقہ کے باشندوں کو بھی حیوانات میں سے خیال کیا جاتا تھا۔ حیوانات کے ساتھ عمدہ سلوک کرنا۔ اور ان بے زبانوں کو جور و ظلم سے بچانے کے لئے تو کئی قسم کی سوسائٹیاں یورپ و امریکہ کی مہذب اقوام نے بنا رکھی ہیں۔ لیکن ان انسانوں کی اتنی بھی حیثیت نہ تھی۔ کہ ان کے ساتھ حیوانوں جیسا سلوک بھی کیا جاتا۔ کیونکہ جانور پر ظلم کرنے والے کے خلاف عدالتوں کے دروازے کھلے تھے۔ اور ان کی حفاظت کے لئے قانون موجود تھے۔ جن کی خلاف ورزی کر کے لوگ مستوجب سزا ٹھہرتے تھے لیکن ان سیاہ فام باشندوں پر ظلم کرنے والوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جاتی۔ اور نہ ہی کوئی ایسے قوانین تھے۔ جن کی خلاف ورزی کرنے والوں سے ان افریقن کی حفاظت کی جا سکتی۔

عظیم الشان انقلابات

لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس الہام کے نازل ہونے کے بعد مختلف قوموں اور ملکوں میں عظیم الشان انقلابات پیدا ہوئے۔ اور دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک بیداری کی لہر نے سب قوموں کو اور سارے ملکوں کو ہوشیار کر دیا۔ اور ہر ایک اپنی حیثیت اور شخصیت کو تھوڑا بہت سمجھنے لگ گیا۔ اگر اس انقلاب کو جو اس عرصہ میں ہوا۔ اور دنیا کے مختلف کونوں میں

ہؤا۔ ملک وار اور قوم وار بیان کیا جائے۔ تو مضمون کا طوالت اختیار کر جانا یقینی ہے۔

مشرقی افریقہ کے باشندوں میں بیداری

میں اس وقت صرف مشرقی افریقہ کے باشندوں اور ان سیاہ فام اقوام کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ جو کینیا کالونی یوگنڈا اور ٹانگانیکا میں آباد ہیں۔ اور میرے دیکھتے دیکھتے جن میں ایک حیرتناک انقلاب پیدا ہؤا۔ خصوصاً جنگ حالیہ کے ختم ہونے پر تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ بیداری آئندہ آنے والے چند سالوں میں ان لوگوں کو کہیں کا کہیں پہنچا دے گی۔ ان کی اس تیز رفتاری کو دیکھ کر باہر سے آنے والی اقوام قدرے خطرہ محسوس کر رہی ہیں۔ چنانچہ گزشتہ دنوں یورپین آباد کاروں نے ملکی نظام کے سلسلہ میں حکومت کی تجاویز پر جو تقریریں کی ہیں۔ ان میں دو باتیں نمایاں نظر آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ افریقن پریس پر سنسر رکھا جائے اور دوسرے کونسلوں میں افریقن کو نمائندگی دیتے ہوئے حکومت کو جلد جلد قدم نہیں اٹھانا چاہیئے۔ بلکہ سوچ سمجھ کر اور پورے فکر سے نمائندگی کی رفتار کو بڑھانا چاہیئے۔ Miss M Perham گزشتہ دنوں انگلستان سے مشرقی افریقہ اس غرض کے لئے آئی تھیں۔ کہ سروے کر کے رپورٹ کریں۔ کہ افریقن کے لئے کس قسم کا لٹریچر تیار کیا جائے۔ اور کس رفتار کے ساتھ مہیا کیا جائے۔ چنانچہ مس موصوف نے جو تعلیمی معاملات میں خاص شغف رکھتی ہیں۔ اس ملک کے چھوڑنے سے پہلے یہاں کے حالات کے متعلق ایک تقریر براڈ کاسٹ کی۔ اور خاص طور پر اس امر کے متعلق توجہ دلائی۔ کہ افریقن اخبارات کا زیادہ رجحان دن بدن حکومت پر تنقید کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اور جب تک اس بیداری کے رخ کو کسی اچھے پہلو کی طرف نہیں پھیرا جائے گا۔ نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا

یوگنڈا اور کینیا کالونی کی حالت

بیداری کے لحاظ سے یوگنڈا اور کینیا کالونی کے باشندے ٹانگانیکا افریقن کی نسبت زیادہ بڑھے ہوئے ہیں کیونکہ ان ہر دو علاقوں میں جو رقبہ کے لحاظ سے ٹانگانیکا سے چھوٹے ہیں نسبتاً تعلیم زیادہ ہے۔ اور یوں بھی خوشحال ہیں۔ یوگنڈا میں گزشتہ کئی سالوں سے یوگنڈی زبان میں ہفتہ وار اور ماہوار رسائل و اخبارات چھپ رہے ہیں۔ اور عوام پر ان اخبارات کا گہرا اثر ہے بڑے شوق سے مطالعہ کرتے ہیں۔ اور ملکی معاملات پر وہ خوب ان اخبارات میں بحث و تمحیص کرتے ہیں۔ ایک دو سال سے اب کینیا میں بھی سواحیلی اخبارات اور بعض دوسرے قبائل کی زبانوں میں ہفتہ وار اور ماہوار پرچے چھپ رہے ہیں۔ براذہ اخبار جس کی اشاعت شروع جنگ میں سولہ سے بیس ہزار کی تعداد میں تھی۔ یہ اخبار ایسٹ افریقن سٹنڈرڈ انگریزی روزنامہ کی فرم کا اخبار ہے۔ اس کے بعد Habari Mwalimu اور Ngao Kiongozi ہفتہ وار اخبارات نیروبی سے شائع ہوتے ہیں۔ یہ ہر سہ اخبارات بڑے سائز پر چھپتے ہیں۔ اسی طرح Jaluo زبان میں بھی رسائل چھپتے ہیں۔ ممباسہ سے بھی ایک اخبار Rafiki Yetu نکلتا ہے۔ یہ تمام کے تمام اخبارات و رسائل ہزارہا کی تعداد میں چھپتے ہیں۔ افریقن کا شوق مطالعہ اس حد تک بڑھا ہؤا ہے۔ کہ اخبارات والوں سے اگر گزشتہ نمبروں کا مطالبہ کیا جائے۔ تو بہت کم دستیاب ہوتے ہیں۔ اور جس دن اخبار چھپتے ہیں۔ افریقن لوگ مختلف ٹولیوں میں بیٹھ کر ان کو سنتے ہیں۔ اور اخباری مضامین پر تنقید کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں

یہ امر موجب مسرت ہے کہ ان میں سے ایک آدھ اخبار انڈین کی طرف سے شائع کیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح ہندوستانی مفاد کے پیش نظر افریقن کی راہ نمائی کرتا ہے۔ ٹانگانیکا میں سالہا سال سے ایک ماہوار اخبار Mambo Leo سواحیلی زبان میں شائع ہوتا ہے۔ بڑی عمدگی سے اسے مرتب کیا جاتا ہے۔ سارے علاقہ کی خبریں ہوتی ہیں۔ مگر سیاسی مضامین اس کے دائرہ عمل سے خارج ہیں اخلاقی۔ علمی اور تاریخی اور عام خبریں بڑے شوق سے شائع کرتے ہیں۔ لیکن کینیا کے افریقن اخبارات اور اسی طرح یوگنڈا کے اخبارات سیاسی مضامین پر بڑی دلیری سے لکھتے ہیں اور اپنے خیالات کی اشاعت کرتے ہیں۔

کینیا افریقن یونین

اس بیداری کے نتیجہ میں افریقن کو تنظیم کی طرف خاص طور پر توجہ پیدا ہوئی ہے۔ اور سیاسی و علمی مشاغل کے واسطے مختلف قسم کی سوسائٹیاں اور یونین ان لوگوں نے بنائی ہیں۔ "کینیا افریقن یونین" جس کا چند ماہ پہلے Kenya African study unions نام تھا۔ کینیا کالونی کے افریقن میں خاص طور پر کام کر رہی ہے۔ تمام سواحیلی اخبارات اس یونین کی مضبوطی کے لئے پراپیگنڈا کرتے رہتے ہیں۔ اور یونین کو چونکہ تمام افریقن کی حمایت حاصل ہے اور ملکی باشندے یونین کی آواز پر خاص طور پر کان دھرتے ہیں۔ اس لئے حکومت بھی اب اس یونین کے فیصلوں اور مشوروں کو کسی حد تک قدر کی نگاہ سے دیکھنے لگی۔ حال ہی میں اس یونین کا زبردست اجتماع نیروبی میں ہوا۔ اور ہزارہا کی تعداد میں افریقن جمع ہوئے اور یونین کے عہدیداروں اور دیگر افریقن لیڈروں کی تقریروں کو بڑے شوق سے سنا اور متعدد ریزولیوشنز پاس کئے۔ یہ اجتماع خود افریقن بیداری اور ان کی دماغی تبدیلی کا زبردست ثبوت تھا۔ "کینیا افریقن یونین" نے اپنی مختلف شاخیں مختلف صوبوں میں اور ضلعوں میں قائم کی ہیں اور سنٹرل یونین کے ساتھ ان کا الحاق ہے۔ گذشتہ سال سے ٹانگانیکا میں بھی افریقن ایسوسی ایشنز کا قیام مختلف قصبات میں ہوا ہے۔ اور گذشتہ ماہ ٹانگانیکا کے مختلف علاقوں کے افریقن کا عظیم الشان اجتماع دارالسلام میں ہوا۔ جبکہ متعلق مقامی اخبار ٹانگانیکا سٹنڈرڈ جو انگریزی روزنامہ ہے۔ کا یہ خیال تھا کہ یہ اجتماع اپنی قسم کا پہلا اجتماع ہے۔ حکومت کی تجاویز جو ملکی نظام کے سلسلہ میں شائع کی گئی ہیں زیر بحث تھیں اور اپنے رنگ میں افریقن نے ان پر خوب بحث کی۔

قائد قادیان کا انتخاب

دستور اساسی خدام الاحمدیہ کے ماتحت قادیان کی مجلس مقامی خدام الاحمدیہ کے لئے الگ قائد نہ تھا۔ بلکہ صدر مجلس ہی کے سپرد قائد قادیان کے فرائض تھے۔ مگر اب سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت کے ماتحت قائد قادیان کا انتخاب مورخہ ۳۰ [illegible] ۱۳۲۵ ہش بروز ہفتہ عمل میں لایا گیا۔ جس میں صاحبزادہ میاں عباس احمد خان صاحب کثرت رائے سے قائد قادیان منتخب ہوئے۔ صدر مجلس نے اس انتخاب کو منظور کر لیا ہے۔

میاں عباس احمد خان صاحب اس وقت معتمد مجلس مرکزیہ کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔ اب قیادت قادیان بھی ان کے سپرد ہو گئی۔ اللہ تعالےٰ انہیں صحیح رنگ میں کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

تعددِ ازدواج پر ویدک دھرم کی بنیاد

اس مضمون میں میرے مخاطب آریہ سماجی اور خصوصًا ان کے بڑے بڑے پنڈت صاحبان پنڈت بھگوت دت اور پنڈت رام چندر دہلوی ہیں۔ اگر میرا یہ دعویٰ غلط ہے۔ تو وہ ان کی تردید ویدک لٹریچر کی مستند کتب سے کریں۔ اور اگر نہیں کرسکتے۔ تو پھر اس کے صحیح ہونے کا صاف صاف اقرار و اعلان کریں۔ آخر ان کا یہ چوتھا اصول "سچ کو لینے اور جھوٹ کو چھوڑنے کے لئے ہمیشہ تیار رہنا چاہیئے"۔ کس وقت کے لئے ہے۔

ویدک دھرم کی تعریف

سمرتی نام کی کتب کو پنڈت دیانند صاحب نے بھی مستند مانا ہے۔ گوتم دھرم سوتر نے دھرم کی تعریف میں لکھا ہے:۔

(ترجمہ) وید اور سمرتی نام کی کتب نیز بزرگوں کا طرزِ عمل یہ تین چیزیں دھرم کی بنیاد ہیں۔ اور پنڈت دیانند جی نے بھی دھرم کی تعریف کرتے وقت منو سمرتی کا یہ قول پیش کیا ہے۔ ترجمہ "وید دھرم شاستر اور بزرگوں کا طرزِ عمل اور جو اپنے دل کو اچھا لگے"۔

پنڈت صاحب والی تعریف میں چوتھی زائد بات کہی گئی ہے۔ یعنی "جو اپنے دل کو اچھا لگے"۔ مگر یہ عقلاً بھی اور نقلاً بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ چور۔ ڈاکو اور زانی کے دل کو چوری ڈاکہ اور زنا اچھا ہی لگتا ہے۔ شرابی کو شراب اور جواری کو جوا اچھا لگتا ہے۔ لہٰذا اصل ویدک دھرم کی بنیاد وید۔ دھرم شاستر اور بزرگوں کا طرزِ عمل یہ تین چیزیں ہی ہیں۔ ان میں سے سب سے اعلیٰ درجہ "بزرگوں کے طرزِ عمل" کا ہے۔ اس لئے کہ بہت سے وید مٹ چکے اور دھرم شاستروں میں بھی بقول پنڈت دیانند صاحب بہت سی تبدیلی ہو چکی ہے۔ لہٰذا ویدک دھرم کی بنیاد اصل بزرگوں کا طرزِ عمل ہی آجکل اصلی حالت میں ملتی ہے۔ اگر اس کو دیکھا جائے۔ تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ تعدد ازدواج پر عمل ویدک دھرم کی بنیاد ہے۔

ویدک دھرمی بزرگ

سب اوتاروں میں بڑے اوتار شری کرشن جی ہیں۔ اور رشیوں میں بڑے رشی وید منتروں کے بنانے والے رشی لوگ ہیں۔ یہ بزرگ رشی اور شری کرشن جی وہ معزز اور اعلیٰ ہستیاں ہیں۔ جو متفقہ طور پر بزرگ اور ویدک دھرم کے جنم داتا مانے جاتے ہیں۔ ان کا طریق عمل ملاحظہ ہو۔

شری کرشن اور تعدد ازدواج

شری کرشن جی کی یہ آٹھ رانیاں تو راجاؤں کی بیٹیاں تھیں۔ رکمنی۔ ستیہ بھاما۔ سیتا (اس کا دوسرا نام ناگن جتی تھا) جامبھ وتی۔ کالندی۔ مادری۔ متروندا۔ بھدرا (شری مدبھاگوت سکند ۱۰ ادھیائے ۶۱) ان آٹھ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ترجمہ:۔ شری کرشن جی کی ان کے علاوہ اور بھی کئی بیویاں تھیں۔ جو کہ راجا بھوم کو مار کر اس کے ہاں سے شری کرشن لے آئے تھے۔ ماحصل یہ کہ شری کرشن جی کی ایک درجن سے زیادہ بیویاں بیک وقت تھیں۔

ایک اور بات

ان آٹھ بیویوں میں بھدرا اور متروندا یہ دونوں شری کرشن کی پھوپھی کی لڑکیاں تھیں۔ چنانچہ دروپدی سے متروندا خود کہتی ہے۔

"دروپدی جی میرے دل کو کرشن کی طرف لگا ہوا دیکھ کر میرے باپ نے خود میرے ماموں کے بیٹے کرشن کو بلا کر اس کے ساتھ خوشی سے میری شادی کر دی"۔

(بھاگوت سکند ۱۰ ادھیائے ۸۳ شلوک ۱۵)

اسی طرح بھدرا کے متعلق لکھا ہے۔

"اس (سیتا) کے ساتھ شادی کرنے کے بعد کرشن نے اپنی پھوپھی شرت کیرتی کی بیٹی بھدرا سے شادی کی"۔ (بھاگوت سکند ۱۰ ادھیائے ۵۸ شلوک ۵۶) اس سے صاف ثابت ہے۔ کہ تعدد ازدواج پر عمل کرنا اور قریبی رشتہ داروں کی لڑکیوں سے شادی کرنا سچا ویدک دھرم بلکہ ویدک دھرم کی اصل بنیاد ہے۔

ویدوں کے رشی اور تعدد ازدواج

مہرشی سوبھری وہ بزرگ رشی ہیں۔ جن کے بہت سے منتر ویدوں بلکہ ویدوں کے سرتاج رگوید میں آتے ہیں۔ اسی طرح مہرشی گکھچھیوان وہ بزرگ ہیں جن کے اپنے وید منتر بلکہ ان کی لڑکی گھوشا دیوی کے بھی منتر رگوید میں موجود ہیں۔ ان بزرگ رشیوں کا طرزِ عمل ملاحظہ ہو (رگوید منڈل ۸ سوکت ۱۹ منتر ۳۶)

ترجمہ:۔ پروکتش کے بیٹے راجا ترسدسیو نے مجھے (پنچ اشت ودھوم نام) پچاس دلہنیں سوواستو دریا کے کنارے پر دیں"۔ یعنی اپنی پچاس لڑکیوں کی شادی مجھ سوبھری کے ساتھ راجا ترسدسیو نے کی۔ چنانچہ مشہور ویدک دھرمی رسالہ کلیان گورکھپور نے یہ واقعہ یوں بیان کیا ہے۔

"سوواستو دریا کے کنارے پر شادی کا پنڈال بنایا گیا۔ وہاں مہاراجہ ترسدسیو نے اپنی پچاس بیٹیوں کی شادی سوبھری رشی کے ساتھ خوشی سے کر دی"۔ (کلیان دسمبر ۱۹۴۲ء)

چنانچہ راجا ترسدسیو نے بطور جہیز کے بھی وہاں بہت کچھ رشی سوبھری کو دیا تھا۔ جو اسی رگوید میں مذکور ہے۔ اور نرکت (ادھیائے ۴) نے اس کی زبردست تائید کی ہے۔ اس لئے اس سے کسی آریہ سماجی کے لئے انکار کرنے کی گنجائش نہیں۔ (یہ حوالہ کا واقعہ نرکت صفحہ ۳۶ سطر ۱۳ میں مذکور ہے)

مذکورہ بالا منتر میں اپنی پچاس بیویوں کا واقعہ رشی رگوید میں خود بتا رہا ہے۔ گویا رگوید بھی بتا رہا ہے۔ اور رسالہ کلیان اور نرکت بھی اس واقعہ کی تائید کر رہے ہیں۔ کہ مہرشی سوبھری کی تین درجن سے بھی زیادہ بیویاں تھیں۔ اب مہرشی گکھچھیوان کا طرزِ عمل ملاحظہ ہو۔

رگوید منڈل ۱ سوکت ۱۲۶ منتر ۳۔

ترجمہ:۔ "راجا سونیہ سے دلہنوں سے لدے ہوئے دس رتھ گکھچھیوان نے پائے"۔ اگر ایک رتھ پر پانچ دلہنیں بھی فرض کر لیں۔ تب بھی پچاس رانیاں ان کی وہ تھیں۔ جو کہ راجا سونیہ نے ان سے شادی کر کے بیک وقت ان کو دی تھیں۔

اس عظیم الشان اوتار اور ان عظیم الشان مہارشیوں کے طرزِ عمل سے صاف ثابت ہے۔ کہ مسئلہ تعدد ازدواج پر عمل کرنا ویدک دھرم کی بنیاد اور بہت بڑی نیکی ہے۔

رشیوں اور اوتاروں کے بعد ہم پکے اور سچے ویدک دھرمی راجاؤں کی حالت دیکھتے ہیں۔ تو وہاں بھی تعدد ازدواج عام طور پر رائج نظر آتا ہے۔ راجا ہریشچندر جن کے ہاں مہرشی نارد جیسے بزرگ آ کر مہمان ٹھیرا کرتے تھے۔ ان کے متعلق انیرے برہمن میں لکھا ہے۔

ترجمہ:۔ "راجا ہریشچندر کی ایک سو بیویاں تھیں"۔

اسی طرح اور بہت سے راجاؤں کے متعلق آتا ہے۔ کہ ان کی کئی کئی بیویاں تھیں۔ اور پھر جن دو راجاؤں ترسدسیو اور سونیہ نے مہرشی سوبھری اور مہرشی گکھچھیوان کے ساتھ اپنی پچاس پچاس بیٹیوں کی شادی کی تھی۔ وہ سب کسی ایک عورت سے تو پیدا ہوئی نہیں تھیں۔ یقینًا ان کی بھی کئی کئی بیویاں تھیں۔ تبھی تو بیک وقت پچاس پچاس بیٹیاں شادی کے قابل ہو گئیں۔ خاکسار ظہیرالدین عبداللہ۔

یوسف عرفانی کے لئے درخواست دعاء

میرا لڑکا یوسف علی عرفانی ہوائی جہاز سے مصر جا رہا ہے۔ سلسلہ کے ایک خادم قدیم کی حیثیت سے میں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خصوصًا اور جماعت کے عام افراد سے عمومًا دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ عزیز کے مقاصد میں کامیابی اور اپنے مرحوم برادر بزرگوار شیخ محمود احمد عرفانی کے خلا کو پورا کرنے کی مصر میں توفیق پائے۔ اور اس کا ہر فعل خدا کی رضا اور سلسلہ کی خدمت کے لئے ہو۔ اس کے سفر میں بعض دوسرے ممالک بھی زیر نظر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لئے بھی سامان اور سہولتیں پیدا کر دے۔ خاکسار بھی توفیق ایزدی دنیا کی سیاحت کا عزم کئے ہوئے ہے۔ اس کے اسباب کے لئے دعا کی جائے۔

(خاکسار عرفانی کبیر ایڈیٹر و موسس الحکم)

ترسیل زر اور انتظامی امور کے متعلق مینیجر الفضل کو مخاطب کیا جائے۔ نہ کہ ایڈیٹر کو۔

دلچسپ معلومات

مزید ۱۵ لاکھ آدمیوں کی راشن بندی

ہندوستان میں غلہ کی ذخیرہ گاہوں میں چوہوں اور کیڑوں وغیرہ کی وجہ سے ہر سال تقریباً ۳۰ لاکھ ٹن غلہ ضائع ہوتا ہے۔

۷۵۵ شہروں میں ۵ کروڑ ۳۰ لاکھ آدمیوں کی جزئی یا کلی طور پر راشن بندی ہو چکی ہے۔ تھوڑے عرصہ میں مزید ۴۰ شہروں میں ۱۵ لاکھ سے زیادہ آدمیوں کی راشن بندی ہو جائیگی۔

۱۳ دسمبر ۱۹۴۵ء تک حکومت ہند نے اپنی بنیادی اسکیم کے تحت کمی والے علاقوں کو دس لاکھ ٹن سے زیادہ غلہ بھیجا۔ ان میں بنگال کو سب سے زیادہ غلہ بھیجا گیا۔ جس کی مقدار ۴۰۰۷۸۹۰ ٹن تھی۔

۳۰ دسمبر ۱۹۴۵ء اور ۲ر مارچ ۱۹۴۶ء کے درمیان ہندوستان میں ۲۴۰۰۰۰ ٹن گیہوں پہنچا۔ نومبر ۱۹۴۵ء اور جنوری ۱۹۴۶ء میں برما سے ۵۷ ہزار ٹن چاول آیا۔

دنیا بھر میں سب سے چھوٹا ٹیوب

برطانی انجنیروں نے ٹیکہ کی دواؤں کیلئے ایک ایسا ٹیوب تیار کیا ہے۔ جو دنیا بھر میں سب سے زیادہ چھوٹا اور ہلکا ہے۔ اس کا بیرونی قطر انچ کے ۰۰۹ حصہ کے برابر اندرونی قطر ایک انچ کے ۰۰۳۵ حصہ کے برابر ہے۔ اس زبردست کامیابی سے ہائی پوڈرمک نیڈل (زیر جلدی ٹیکہ کی سوئیاں) کی ترقی کے بارے میں بھی کام لیا جا رہا ہے۔ جنگ سے پہلے دنیا کے اکثر ملکوں کو یہ شئے جرمنی بھیجا کرتا تھا

معذوروں کیلئے تربیتی مرکز

پونا۔ کوکوناڈا اور جالالی (متصل بنگلور) میں معذور فوجیوں اور سابق فوجیوں کو تربیت دینے کے لئے تین مرکز قائم کئے جا رہے ہیں۔ جہاں انہیں مفید کام سکھائے جائینگے۔ ہر مرکز میں ۵۰۰ معذور رکھے جائیں گے

عربستان کی ایک نئی آزاد ریاست

عربستان میں شرق اردن کے آزاد ہو جانے سے ایک نئی عرب آزاد ریاست قائم ہو گئی ہے۔ گذشتہ ۱۹ صدیوں کی دوران میں اس ملک کو زیادہ تر ایک سرحدی صوبہ کی حیثیت حاصل رہی۔ پہلے وہ سلطنت روما میں شامل تھا۔ بعد میں لاطینی بادشاہتوں اور فلسطین کا صوبہ رہا۔ اس پر ترکوں کی حکومت چار سو سال تک رہی۔

کمزور طبقوں کی حفاظت کیلئے دودھ کی تقسیم

ہندوستان کے جن علاقوں میں غلہ کی قلت ہے وہاں کمزور طبقوں کی حفاظت کیلئے ۲۵۰۰۰ ٹن کی مقدار میں دودھ کا سفوف تقسیم کیا جائے گا۔

فوج میں "زیادہ خوراک پیدا کرو" کی تحریک

فوج میں "زیادہ خوراک پیدا کرو" کی جو تحریک شروع کی گئی ہے۔ اسکے سلسلہ میں فوجیوں سے ہفتہ میں تین دن تک کام لیا جا سکے گا۔ یونٹوں کو ترکاریاں۔ آلو۔ تلہن۔ گیہوں اور چاول پیدا کرنیکی ہدایت کی گئی ہے۔ نیز مرغیاں اور خرگوش پالنے کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے

حاجیوں کیلئے سات جہاز

جنگ سے پہلے حاجیوں کیلئے ۱۰ جہاز کام کرتے تھے جنگ کے دوران میں تین جہاز ضائع ہوئے۔ اب سات جہاز رہ گئے ہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اگر ان میں سے ہر جہاز دو دو پھیرے کرے تو وہ تقریباً ۱۵ یا ۱۷ ہزار حاجیوں کو لے جا سکتے ہیں

ملیریا کا انسداد

۱۹۱۱ء میں دہلی کی مجموعی آبادی میں سے ۱۸۰۸ء فیصدی آدمی ملیریا میں مبتلا ہوئے۔ ۱۹۴۳ء تک ملیریا کی شرح کم رہی۔ لیکن ۱۹۴۲ء میں ۳۴۰۳ فیصدی سے بڑھ کر ۲۵۰۹ فیصدی ہو گئی۔ اس زمانہ میں ۶۹۴۲۲ آدمی بستے تھے۔ اس کے بعد خاص تدابیر کی وجہ سے یہ شرح برابر کم ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۵ء میں ۰۹ء۳ ہو گئی۔ یہ شرح گذشتہ ۳۰ سالوں کی شرحوں کے مقابلہ میں سب سے کم ہے۔ اگست ۱۹۴۵ء میں ایک طیارہ کے ذریعہ دہلی کے ان نواحی علاقوں میں جہاں مچھر بہت زیادہ پیدا ہوتے تھے۔ ۴۰۰ گیلن ڈی ڈی۔ ٹی دوا مٹی کے تیل میں ملا کر چھڑکی گئی تھی۔

کاشت کے رقبے اور کھاد کی رسد میں اضافہ

مرکزی حکومت نے صوبوں کو زراعت کی ترقی کے لئے ۵ کروڑ روپے کے قرضے اور ۴۵ء۵ کروڑ روپیہ کے عطیے دیئے۔ بیج کیلئے جو قرضے اور عطیئے دیئے گئے۔ ان کی مقدار ۳۱ء۱ کروڑ روپیہ تھی۔ اس بیج کے ذریعہ ۷۰۰۰۰ ٹن سالانہ مزید خوراک پیدا ہونے کی توقع ہے۔

جنگ کے دوران میں بعض رقبے خوراک میں کام نہ آنے والی فصلوں کے بجائے خوراک کی فصلوں کے لئے مخصوص کر دیئے گئے۔ اس طرح مجموعی طور پر مزید ۹۰ لاکھ ایکڑ زمین میں خوراک کی کاشت ہوئی۔

۱۹۴۵ء میں ۷۰ ہزار ٹن کیمیائی کھاد مہیا کی گئیں اور اس سال ۱۵۴۰۰۰ ٹن کی مقدار میں مہیا ہوئیں:۔

تصحیح!!

الفضل نمبر ۷۷ ۱-۴-۴۶ میں نواب الدین صاحب ولد گورڈ صاحب کی وصیت شائع ہوئی ہے۔ اُن کا صحیح نمبر ۹۲۲۱ ہے مگر نمبر ۹۲۲۴ جیسا کہ شائع ہوا ہے۔

اسی طرح الفضل نمبر ۷۹ ۳-۴-۴۶ میں ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض کی وصیت نمبر ۸۸۹۵ شائع ہوا ہے جو غلط ہے انکا صحیح نمبر ۸۸۹۲ ہے سیکرٹری بہشتی مقبرہ

تازہ اور ضروری خبروں کا خلاصہ

نئی دہلی ۴ اپریل۔ مسٹر جناح نے برطانوی وزارتی مشن کے ساتھ تین گھنٹے ملاقات کی۔ آپ دوپہر کے ایک بجے قیصرِ والسرائے سے باہر آئے۔ آپ نے اخبار نویسوں کے سامنے کچھ بیان کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کار میں سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ جب مسٹر جناح قیصرِ والسرائے سے باہر تشریف لائے۔ تو ہجوم نے جو جا بجا کھڑا تھا۔ پاکستان زندہ باد کے نعرے لگائے۔

نئی دہلی ۴ اپریل۔ مسٹر جناح آج شام سر تیجا سنگھ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اور ماسٹر تارا سنگھ کے ساتھ نوے منٹ تک بات چیت کی۔ اس مجلس میں مہاراجہ صاحب پٹیالہ۔ وزیر اعظم پٹیالہ اور گیانی کرتار سنگھ بھی موجود تھے۔ مسٹر جناح یہاں چھ بجے تشریف لائے۔ اور ساڑھے سات بجے موٹر میں سوار ہو کر مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں تشریف لے گئے۔

تہران ۴ اپریل۔ روس اور ایران کے درمیان گفت و شنید کا جو سلسلہ اب جاری ہے۔ اس میں یہ شرط بھی شامل ہے۔ کہ روس اور ایران باہم مل کر تیل کی ایک کارپوریشن بنائیں۔ جس میں دونوں ملکوں کے آدھے آدھے حصے ہوں۔

لمبٹو ۴ اپریل پرسوں رات ۲۵ ڈاؤن مدراس ایکسپریس ٹرین کے ایک فرسٹ کلاس ڈبے کو آگ لگ گئی۔ ملٹری اکاؤنٹس کے ایک ڈپٹی فیلڈ کنٹرولر صاحب جل کر مر گئے

نئی دہلی ۴ اپریل۔ بھنگیوں کی نو آبادی یعنی بستی میں رہنے والے بھنگی کل شام کی پرارتھنا کے بعد گاندھی جی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور انہیں اپنے ساتھ مل کر کھانے کی دعوت دی۔ گاندھی جی نے فرمایا۔ تم مجھے بکری کا دودھ پلا سکتے ہو۔ لیکن میں اس کی قیمت ادا کر دوں گا۔ اگر تمہاری یہی مرضی ہو۔ کہ میں تمہارے ساتھ کھانا کھاؤں تو تم یہاں چلے آؤ۔ اور میرے لئے کھانا پکاؤ۔

نیو یارک ۴ اپریل آج جب سکیورٹی کونسل کا اجلاس منعقد ہوا۔ تو روسی نمائندہ موجود نہیں تھا۔ میٹنگ ۴۴ منٹ دیر سے شروع ہوئی۔ چیئرمین نے روسی نمائندہ کی ایک چٹھی پڑھ کر سنائی جس میں لکھا تھا۔ کہ ایران سے روسی فوجوں کے اخراج کے متعلق دونوں ملکوں میں سمجھوتہ ہو گیا ہے

مونگھیر ۴ اپریل۔ ضلع مونگھیر کی پولیس فورس نے جو سات سو سپاہیوں پر مشتمل ہے۔ اور جس میں ہیڈ کوارٹر کے دو سو مسلح سپاہی بھی شامل ہیں۔ کل سے ہڑتال کر رکھی ہے۔ انہوں نے گیارہ مطالبات پیش کر رکھے ہیں۔ حکام اس کے تصفیہ کی کوشش کر رہے ہیں۔

لکھنؤ ۴ اپریل مسز وجے لکشمی پنڈت نے ڈاکٹر دیش مکھ کے ہندو میرج بل کے متعلق ایک انٹرویو میں کہا۔ کہ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی ہے کہ مرکزی اسمبلی نے ڈاکٹر دیش مکھ کے بل کی منظوری دے کر شادی شدہ ہندو عورتوں کو بعض ایسے حقوق دینے کے لئے جن کی سخت ضرورت تھی۔ اور جن کی عدم موجودگی میں شادی شدہ ہندو عورتیں سخت مشکل میں تھیں قدم اٹھایا ہے۔ جو لوگ اس بل کے خلاف پروٹسٹ کر رہے ہیں۔ وہ ایک ایسے غیر مفید نظام کے حامی ہیں۔ جو ختم ہو جانا چاہیئے

استنبول ۴ اپریل:۔ آج ایرانی وزیر اعظم نوری سعید پاشا جس گاڑی میں لندن سے واپس عراق آ رہے تھے اس کا مال گاڑی سے تصادم ہو گیا جس میں کئی شخص زخمی ہو گئے۔ لیکن نوری سعید پاشا بال بال بچ گئے۔

بمبئی ۴ اپریل:۔ ٹائمز کو شائع کرنے والی کمپنی بینٹ کولمین اینڈ کمپنی لمیٹڈ کو دہلی کے مشہور کروڑ پتی سیٹھ ڈالمیا نے ۲ کروڑ روپیہ ادا کر کے اس کا کنٹرول حاصل کر لیا ہے۔

پٹنہ:۔ ۴ اپریل۔ پٹنہ میں پولیس کانسٹیبلوں کی ہڑتال کے بعد کانگرسی والنٹیروں نے ان کی ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں۔ یہ والنٹیر گاندھی کیپ پہنے ٹریفک کا انتظام کرتے رہے۔

مدراس ۴ اپریل "ڈیلی ورکر" کے نامہ نگار مسٹر فرینک پٹیکرین نے یہ رائے ظاہر کی۔ کہ مستقبل قریب میں برطانوی فوجوں کی تعداد ہندوستان میں زیادہ کم کر دی جائیگی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں فوجی حکام برطانوی وزیر خارجہ مسٹر بیون سے مشورے کر رہے ہیں

لاہور ۴ اپریل۔ لاہور کے نزدیک ہربنس پورہ ملٹری ڈپو کے ایک سٹور کیپر مسٹر عطاء اللہ بی۔ اے آف گوجرانوالہ کو نہایت دردناک حالات میں قتل کر دیا گیا۔ واقعات یوں بیان کئے جاتے ہیں۔ کہ ایک قلی محمد شفیع کو جو اس ڈپو میں کام کرتا تھا۔ مقتول نے کہہ رکھا تھا۔ کہ اسے گاؤں میں مکان لے دے۔ تاکہ وہ اپنی بیوہ ماں کو بھی یہاں لے آئے۔ عطاء اللہ قلی کے ساتھ گاؤں میں مکان دیکھنے گیا۔ اور جب وہ قلی کے ساتھ شام کو واپس آ رہا تھا۔ تو محمد شفیع نے اسے پگڑی کا پھندا ڈال کر گرا لیا۔ اور درانتی سے اس کا گلا کاٹ دیا۔ بعد ازاں قاتل اس کے بوٹ اور نقد ۱۲۵ روپے بھی نکال لے گیا۔ جس روز عطاء اللہ لاہور کے نواح میں قتل ہو گیا۔ اسی رات اس نے گوجرانوالہ پہنچنا تھا۔ جب وہ نہ گیا۔ تو ماں بیچاری اسی تشویش میں سو گئی۔ اور رات کو اس نے اپنے اکلوتے پسر کی نہایت خوفناک موت کا خواب دیکھا تیسرے روز وہ لاہور پہنچی۔ اور مردہ خانہ میں پہنچتے ہی لڑکے کی لاش دیکھ کر تڑپ اٹھی۔

نیو یارک ۴ اپریل۔ اٹیم بم کے ماہر ڈاکٹر ہیریسن براؤن سے دریافت کیا گیا۔ کہ کسی ملک کو تباہ کرنے کے لئے کتنے اٹیم بموں کی ضرورت ہو گی ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ ایک سو کی۔ لیکن یقیناً ایک ہزار سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہو سکتی۔ اور اتنی تعداد میں بم تیار کرنے کے لئے دو سال سے چار سال لگیں گے۔ آپ نے مزید کہا۔ کہ کم از کم دو سال تک کوئی ملک اٹیم بم سے تباہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک امریکہ اچانک ایسی تباہ کاری کا فیصلہ نہ کرے۔ اور ایسا کوئی امکان نہیں

شولاپور:۔ ۴ اپریل۔ یہاں کپڑے کے تمام کارخانے اس بنا پر آج سے بند کرائے گئے ہیں۔ کہ کوئلہ کی قلت ہو گئی ہے۔

لاہور ۔ ۴ اپریل صبح منشی عبدالمجید پروین رقم وفات پا گئے ہیں۔ مرحوم ہندوستان بھر کے بہترین خوشنویس تھے:۔

نیو یارک ۴ اپریل۔ امریکن ڈاکٹر اس بارے میں تجربے کر رہے ہیں۔ کہ ذرات کی طاقت سے ناسور کا علاج کیا جائے۔ ڈاکٹروں کی رائے ہے۔ کہ وہ بہت جلد اس بارے میں کامیاب ہو جائیں گے:۔